Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:5 (1975)

البیرونی اور اُس کی کتاب الہند

غلام جیلانی برق

مؤرخ، محاسب، منجّم، مہندس، محقق اور سیّاح البیرونی دُنیا کے عظیم اِنسانوں میں تھا۔

نام ونسب

برہان الحق محمد نام، ابو ریحان کنیت۔ والد کا نام احمد اور سکونت خیوہ کا ایک محلہ البرون۔ پورا نام تھا:۔ ابو ریحان برہان الحق محمد بن احمد البیرونی۔ خیوہ ترکستان کے ایک صوبے خوارزم[1] کا پائے تخت تھا۔

---

[1] خوارزم پر پہلے ایران کی حکومت تھی جو اسکندر یونانی کے حملۂ ایران سے ذرا پہلے ختم ہو گئی تھی اور وہاں ایک آزاد خاندان برسرِاقتدار آ گیا تھا۔ اس کے بعد ہزار سال تک کیا ہوتا رہا۔ ہم نہیں جانتے۔ صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے ایک جرنیل قتیبہ بن مُسلم نے ۷۱۲ء میں اسے فتح کر کے ایک امیر ساؤش فر کے حوالے کر دیا تھا۔ یہ اور اس کے جانشین خوارزم شاہی کہلاتے تھے۔ سامانی خاندان کے خاتمے (۹۹۹ء) سے چار سال پہلے جرجان کے سامانی گورنر مامون بن محمد نے جرجان اور خوارزم کے کچھ حصّے کو فتح کر کے ایک نئے خاندان کی بنا ڈال دی جو ۲۲ سال تک زندہ رہا۔ مامون کے بعد علی اور مامونِ ثانی تخت نشین ہوئے۔ مامون نے محمود غزنوی کے کہنے پر اُس کا نام جمعہ کے خطبے میں شامل کر دیا جس پر اُس کی فوج مشتعل ہو گئی اور اُسے قتل کر دیا۔ باغیوں کو سزا دینے کے لئے محمود نے ۱۰۱۷ء میں خوارزم پر حملہ کر دیا اور کئی قیدی ساتھ لے گیا۔ ان میں البیرونی بھی شامل تھا۔ خوارزم شاہی خاندانوں میں سے ایک آلِ عراق بھی تھا۔ البیرونی کی پیدائش کے وقت خوارزم پر اِنہی کا اقتدار تھا۔ اس کا آخری بادشاہ محمد بن احمد بن محمد بن عراق تھا (حسن برنی: البیرونی ص۲۰ طبع علیگڑھ ۱۹۲۷ء) ۱۰۷۷ء سے ۱۲۳۱ء تک پھر ایک اور سلسلہ جو خوارزم شاہی ہی کہلاتا تھا۔ برسرِاقتدار رہا۔ اس کے سلاطین کی تعداد آٹھ تھی پہلا انوشتگین تھا۔ اور آخری جلال الدین منکبرنی (سلاطین اسلام ص۱۹۶

ولادت البیرونی ۴ ستمبر ۹۷۳ء - ۳ ذی الحجہ ۳۶۲ ہجری کو البیرون میں پیدا ہوا پہلے پچیس سال گھر ہی میں گزارے اور خیوہ کے علماء سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ ۳۸۷ھ - ۹۹۷ء میں بخارا میں اس وقت کے سامانی[1] فرمانروا نوح بن منصور (۹۷۷ء - ۹۹۹ء) کے دربار میں جا پہنچا لیکن وہاں دل نہ لگا اور ایک سال بعد رے کے والی شمس المعالی[2] قابوس بن وشمگیر کے ہاں چلا گیا۔

جرجان میں رہ کر ۳۹۰ھ ــــــ ۱۰۰۰ء میں حساب، موسمیات اور نجوم پر ایک کتاب لکھی اور شمس المعالی کی طرف منسوب کر دی۔ ۳۹۹ھ - ۱۰۰۹ء میں والئ خوارزم علی بن مامون کے ہاں چلا گیا۔ جب آٹھ سال بعد محمود نے خوارزم کو فتح کیا تو البیرونی کو جنگی قیدی بنا کر (بروایتے: بلند پایہ عالم سمجھ کر) ساتھ لے گیا۔ اُس وقت اس کی عمر ۴۴-۴۵ سال تھی۔ بعد ازاں اس نے دس برس ہندوستان میں اور اکیس برس غزنی میں گزارا۔ اور بالآخر دنیائے علم کا یہ آفتاب ۲ رجب ۴۴۴ھ، ۱۱ ستمبر ۱۰۵۱ء کو ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔ البیرونی کی تصانیف ایک سو اکاسی (۱۸۱) بتائی جاتی ہیں جن میں سے چند ایک کو جہانگیر شہرت حاصل ہوئی مثلاً کتاب الہند۔ الآثار۔ الباقیہ قانونِ مسعودی۔ تاریخ خوارزم، جغرافیہ اور اُصطرلاب۔ (۱۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ اُردو "البیرونی"۔ ۲۔ ایوری مین انسائیکلوپیڈیا۔ لنڈن پانچواں ایڈیشن ۱۹۶۷ء)

آج سے کوئی دو سال پہلے ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی کے سرپرست حکیم محمد سعید صاحب نے ۲۶ نومبر ۱۹۷۳ء سے ۱۲ دسمبر ۱۹۷۳ء تک البیرونی کے ہزار سالہ جشن کا انتظام کیا تھا۔ جس میں مصر، فرانس، ایران، لیبیا، ملیشیا، تونس، ترکی، انگلستان، ریاست ہائے متحدہ امریکہ،

---

[1] سامان بلخ کا ایک امیرزادہ تھا جس کے فرزند اسد کے چار بیٹوں کو مامون عباسی نے مختلف علاقوں کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ ایک کا نام احمد تھا۔ جو سامانی سلسلے کا بانی تھا۔ اس سلسلے کا پائے تخت بخارا تھا۔ اور تعدادِ سلاطین دس تھی (ایضاً ص ۱۵۳)

[2] خلفائے عباسیہ کے ضعف سے فائدہ اُٹھا کر جرجان کے ایک امیر مرداویج نے جرجان کو آزاد کرا لیا۔ یہ خاندان ۱۴۴ سال تک زندہ رہا اور اس کے چھ سلاطین نے ۹۲۸ء سے ۱۰۴۲ء تک حکومت کی۔ نام یہ تھے۔ مرداویج ۷ سال۔ ظہیر الدین ۳۲ سال۔ شمس المعالی قابوس ۳۶ سال۔ منوچہر ۱۷ سال۔ نوشیروان ۱۳ سال۔ (ایضاً ص ۱۵۷)

روس اور کئی دیگر ممالک کے چالیس علمار نے حصہ لیا تھا۔ یہ جشن بڑا کامیاب رہا اور جو مقالات اس میں پڑھے گئے وہ اب ہمارا گراں بہا سرمایہ ہیں۔

افکارِ البیرونی

البیرونی کو زندگی میں غالباً ایک ہی غیر مُسلم قوم سے واسطہ پڑا تھا اور وہ تھی ہندو۔ محمود غزنوی انہیں اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن البیرونی انہیں ایک ایسی قوم قرار دیتا ہے۔ جو فلسفے، ریاضی اور علم ہیئت میں ممتاز تھی۔ (دیباچہ ص۲۱)

یہ بھگوت گیتا کی تعلیمات کو پسند کرتا تھا اور ایک مقام پر تو یہاں تک کہہ گیا کہ ہندوؤں کو تائیدِ ایزدی حاصل ہے (ایضاً ص۲۳)

یہ ہندوؤں کے چار برنوں ان کی بعض رسوم اور اس دستور کو کہ بیوہ نکاح نہیں کر سکتی اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ یہ اُن عربوں کو بھی بُرا کہتا تھا جنہوں نے ایران میں داخل ہو کر زرتشتی تہذیب کو تباہ کر دیا تھا اسے ہند پر محمود غزنوی کے حملوں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ نہایت صاف گو، اظہارِ خیالات میں بے باک اور بزدلی سے متنفر تھا۔ وہ تاج و تخت اور منبر کے تعاون کو ضروری سمجھتا تھا۔ وہ بائبل کے اس حکم کا۔ کہ اگر کوئی شخص تمہارے بائیں گال پر تھپڑ رسید کرے تو دایاں بھی آگے کر دو، بہت مداح تھا (〃 ص۲۴)

کتاب الہند

البیرونی کی تصانیف میں سے کتاب الہند نے بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ کیونکہ یہ ہندو مذہب، ان کے فلسفہ، علوم و فنون، معاشرت، چار برنوں، قانون، پورانوں، زمین و آسمان، طول البلد، عرض البلد ماہ و سال، تصوف، یوگا، الکنی، اصطلاحات، کسوف و خسوف، تہوار، قربانی اور کئی دیگر امور پر بھرپور روشنی ڈالتی ہے۔

ہندی علوم بغداد میں

کتاب الہند سے پہلے بھی مسلمان ہندی علوم سے آشنا تھے۔ اور یہ علوم بغداد تک دو راستوں سے پہنچے تھے اوّل براہِ ایران۔ کہ بعض ایرانیوں نے سنسکرت کی بعض کتابیں فارسی میں منتقل کیں اور پھر وہ فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ اس کی ایک مثال کلیلہ و دمنہ ہے۔ جو نوشیروان کے وزیر بزرجمہر کے حکم سے سنسکرت

سے فارسی میں منتقل ہوئی تھی اور بعد ازاں عربی میں ترجمہ ہوئی۔ ایک اور کتاب قرا قر ہے جس کا عربی ترجمہ کتاب مختصر للہند فی العقاقیر کے نام سے ابن ندیم کی الفہرست میں درج ہے ملاحظہ ہو الفہرست کا اُردو ترجمہ از مولانا محمد اسحٰق بھٹی طبع لاہور۔ ۱۹۶۹ء۔ صفحہ ۶۹۵۔ اسی صفحہ پر گیارہ اور کتابوں کے نام بھی ہیں۔ جو ہندوستان سے گئی تھیں۔

دوسرا راستہ سندھ کا تھا۔ جب سندھ کی اسلامی سلطنت کے وفد دمشق یا بغداد جاتے تھے تو کبھی کبھی کتابیں بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ ان میں سے دو کتابیں خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ برہما گپتا کی، برہما سدھانتا اور کھنڈ اکھدیا کا۔ انہیں عربی میں محمد بن ابراہیم الفزاری نے ۱۵۶ھ۔ ۷۷۳ء میں منتقل کیا تھا۔ اور اسے یعقوب بن طارق کا تعاون بھی حاصل تھا۔ ہارون الرشید (۷۸۶ء۔ ۸۰۸ء) کے زمانے میں وزارتِ عظمیٰ کا قلمدان برامکہ[۱] کے پاس تھا۔ یہ لوگ اپنے بچّوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان بھیجتے تھے اور ہندوستانی علماء کو اپنے ہاں بلا کر ان کی مدد سے ہندی کُتُب کے ترجمے کراتے تھے۔ ان میں سے ایک ابنِ دھن (دھنیا یا دھانن) تھا۔ جو بغداد کے ایک برمکی شفاخانے میں کام کرتا رہا۔ ایک اور طبیب کا نام کینکا تھا (دیباچہ صفحہ ۴۲)

بیدبا ایک ہندوستانی فلسفی تھا۔ جس کی کتاب فلسفہ عربی میں منتقل ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو الفہرست۔ (کتبِ فلسفہ) الفہرست میں صنجھل (S N G H L) نامی ایک ہندو کی کتاب الرّمل کا ذکر بھی ملتا ہے۔ عربوں نے سانپوں، زہروں، تعویذوں، قانون، منطق، اخلاقیات اور سیاست پر بھی ہندوستانی کتابوں کے تراجم کئے تھے۔ آپ کو الفہرست میں کئی عنوانات کے تحت اِن کتابوں کا ذکر ملے گا۔

بعد میں جب سندھ سے بغداد کا رابطہ منقطع ہو گیا تو عربوں کی توجہ یونانی علوم و فنون کی طرف ہو گئی اور اس میدان میں انہوں نے اتنا کام کیا کہ شاید ہی قدیم یونان کی کوئی کتاب ترجمہ نہ ہوئی ہو۔

---

[۱] ہارون الرشید کے وزیرِ اعظم یحییٰ بن خالد برمکی (۸۰۶ء) کے دو فرزند یکے بعد دیگرے برسرِ اقتدار آئے فضل برمکی (۸۰۹ء) اور اس کی معزولی کے بعد جعفر برمکی۔ جسے ہارون نے قتل کر دیا تھا۔

ان تفاصیل کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ہندوستان جانے سے پہلے البیرونی کسی حد تک ہندی علوم و فنون سے آشنا تھا۔ الفزاری اور یعقوب بن طارق کے علاوہ اس نے الخوارزمی، ابوالحسن اہوازی، الکندی، ابومعشر بلخی اور الجیہانی کی تحریروں سے بھی فائدہ اٹھایا تھا۔ یہ ایک مقام پہ ایک کتاب اُلحرکان کا بھی ذکر کرتا ہے جس میں عربی وایرانی تواریخ کو ہندی تاریخوں میں بدلنے کا طریقہ درج تھا۔ اس کا مصنف کوئی مسلمان تھا۔ یہ ابواحمد بن کلتغتگین کا بھی ذکر کرتا ہے۔ جس نے تھانیسر اور کرلی (تھانیسر سے چالیس میل دُور) کا عرض البلد معلوم کیا تھا۔

ہندوستان پہنچ کر البیرونی نے اصل کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد پنڈتوں کی مدد سے کتاب الہند لکھی اور اس سلسلے میں کچھ ایسے مسائل بھی اس کے سامنے آئے کہ اس نے ان پر بیس رسائل لکھ ڈالے۔ ایک چاند پر تھا۔ ایک یوگا۔ ایک نجوم۔ ایک اعداد اور دیگر ریاضی اور جغرافیہ وغیرہ پر۔

البیرونی کا یہ دعویٰ کہ اس کی تحریرات سے پہلے عرب ہندوستانی جوتش سے ناآشنا تھے درست نہیں (دیباچہ ص ۲۹) الفہرست میں ہندی جوتش کی کتنی ہی کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ دیکھیئے الفہرست ص ۲۷۰۔ لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ ہندو فلسفے، ہیئت، پورانوں، لٹریچر عادات وخصائل اور تہواروں کے متعلق البیرونی کی اطلاعات بھرپور بھی ہیں اور صحیح بھی۔

کتاب الہند کے سنسکرتی ماخذ

کتاب الہند کے لئے البیرونی نے سنسکرت کے مندرجہ ذیل ماخذ کو استعمال کیا تھا:۔

مذہب کیلئے بھگوت گیتا، سمنیا، پاتن جلی، وشنو دھرما، متسیا پُوران، وایُو پُوران اور اُدتیا پُوران علم ہیئت، جغرافیہ اور جوتش کے لئے۔ پُلسیا سدھانتا، برہما سدھانتا، کھند اکھدیا کا اور اُترا کھند اکھدیا کا۔ آخرالذکر کا مصنف برہماگپتا[لہ] تھا۔ اس نے آریہ بھٹا، وراہا مہرہ اور دیگر علما کی

[لہ] آج سے ہزار سال پہلے ہند میں ہیئت پر نو مقالے ملتے تھے۔ ہر مقالہ سدھانتا کہلاتا تھا۔ مثلاً برہما سدھانتا، سُوریا سدھانتا، گرگا سدھانتا وغیرہ۔ ہندوستان کا پہلا منجم غالباً آریہ بھٹا تھا جو پانچویں صدی عیسوی میں زندہ تھا۔ یہ کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ زمین کی حرکت کا قائل اور کسوف وخسوف کے اسباب کا عالم تھا۔ دوسرا بڑا منجم وراہا مہرہ تھا۔ اس کا تعلق چھٹی صدی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کتابوں سے بھی فائدہ اُٹھایا (دیباچہ۔ صفحہ ۵۲) اس نے مہابھارت، رامائن اور منوشاستر کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور بعض اوقات اشخاص سے بھی کچھ پوچھ لیتا تھا۔ جلد اوّل (ترجمہ) کے صفحات ۲۱۷، ۲۲۲، ۲۲۳ پر ایک شخص سومناتھ کا ذکر ہے۔ صفحہ ۲۲۲۔ جلد اوّل اور صفحہ ۱۷۳ جلد دوم پر قنوج کا۔

ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے۔ اس کے باشندوں، تہذیبوں، زبانوں، رسموں، گیتوں اور علوم وفنون پر ابھی سینکڑوں جلدیں اور لکھی جاسکتی ہیں۔ البیرونی نے بے شک بہت عمدہ ابتدا کی تھی لیکن افسوس کہ اُس کے مشن کو مکمل کرنے کے لئے پھر کوئی البیرونی پیدا نہ ہوا۔ غزنی ہی کے دو قلمکاروں نے یہ کام شروع کیا تھا۔ ۱۰۵۰ء کے قریب ابوسعید عبدالحی بن الضحاک بن محمود گردیزی نے اور ۱۰۹۰ء کے قریب ابن عقیل نے۔ لیکن قلتِ وسائل کی وجہ سے وہ کام کو آگے نہ بڑھا سکے۔ خاندان ابن خانی (۱۲۹۵ — ۱۳۰۴ء) کے وزیر رشیدالدین مصنف جامع التواریخ (۱۳۱۸ء) نے بھی اس طرف توجہ کی تھی۔ لیکن وہ اپنی کتاب میں البیرونی کا ایک مقالہ (جغرافیہ پر) نقل کرنے کے بعد اس موضوع سے کنارہ کش ہوگیا۔

البیرونی کا ہند

جب البیرونی ہند پہنچا تو محمود کے حملوں کی وجہ سے ہند میں مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت پھیلی ہوئی تھی۔ کابل اور پنجاب کا حکمران پالا خاندان غائب ہوچکا تھا اور اس کے علاقے محمود کی آہنی گرفت میں آچکے تھے۔ شمالی ہند کے راجے آپس میں دست وگریباں تھے۔ اکیلا انندپال محمود سے لڑ رہا تھا۔ لیکن بالآخر وہ بھی تھک ہار کر کشمیر میں پناہ گزین ہوگیا تھا۔ اس وقت کشمیر پر اننت دیو (۱۰۳۰ — ۱۰۸۲ء) کی حکومت تھی۔ مالوہ پر بھوج دیو حکمران تھا۔ الغرض ہندوستان میں سینکڑوں ریاستیں تھیں اور

(باقی حاشیہ)
عیسوی سے تھا۔ تیسرا برہما گپت تھا جو چھٹی صدی کے اواخر سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی تصانیف میں سے برہما سدھانتا بہت مشہور ہے۔ مشہور علمائے ہیئت میں چوتھا اور آخری بھاسکر اچاریہ تھا۔ بارھویں صدی کا آدمی اور سدھانتا سرومنی کا مصنف۔ اس میں الجبرا اور حساب پر بھی ایک ایک باب تھا۔ اس کا انگریزی ترجمہ کول برُک (COLEBROOKE) نے کیا تھا (ڈاکٹر مونیر ولیم: انڈین وزڈم۔ لنڈن ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۷۵)

سینکڑوں حکمران لیکن ہندو علوم کے مرکز دو ہی تھے۔ بنارس اور کشمیر۔ ان مقامات تک کسی ملیچھ (ناپاک مسلمان) کا پہنچنا مشکل تھا۔ اس لئے البیرونی پنجاب اور اجمیر ہی میں رہا۔ اجمیر میں چند پنڈتوں سے دوستی کر لی۔ اُن سے سیکھا بھی اور انہیں سکھایا بھی۔ اور انہی کے تعاون سے اس نے کتاب الہند مرتّب کی۔

کتاب الہند کا حجم

البیرونی نے یہ کتاب عربی زبان میں لکھی تھی۔ اس کا وہ نسخہ یا جسے پروفیسر سخاؤ نے پہلے جرمن اور پھر انگریزی میں منتقل کیا تھا۔ ۸۰۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ پروفیسر سخاؤ (DR. EDWARD C. SACHAW) رائل یونیورسٹی آف برلن کے پروفیسر اور کئی علمی تنظیمات کے رکن تھے۔ آپ نے ۱۸۸۸ء میں اس کتاب کو انگریزی میں منتقل کر ڈالا اور ساتھ کچھ اضافے بھی کئے۔ جس کی تفصیل یہ ہے :-

۱-	دیباچۂ مترجم	۶۷	صفحات
۲-	دیباچۂ البیرونی	۱۰	صفحات
۳-	فہرستِ عنوانات	۸	صفحات
۴-	ترجمۂ متن جلد اوّل	۵۲۴	صفحات
۵-	ترجمۂ متن جلد دوم	۳۲۶	صفحات
۶-	حواشی	۲۳۷	صفحات
۷-	اشاریہ	۴۲	صفحات
	میزان	۱۲۱۴	صفحات

وجہِ تالیفِ کتاب

البیرونی دیباچۂ کتاب (صفحہ ۶) میں لکھتا ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے اُستاد ابو سہل عبدالمنعم بن علی بن نوح التفلیسی کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ معتزلہ پر لکھی ہوئی ایک کتاب کے متعلق فرما رہے تھے کہ مصنف نے ان کے نظریات کو بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔ میں نے ان کی تائید میں ابوالعباس ایران شہری کی ایک کتاب کا ذکر کیا جس میں مصنف نے یہود، نصاریٰ اور زرتشتیوں کے متعلق تو دادِ تحقیق دی تھی لیکن ہندوؤں سے انصاف نہیں کیا تھا۔ اس پر استادِ محترم نے مجھے ہندوؤں پر ایک کتاب لکھنے کا حکم دیا اور یہ کتاب انہی کے حکم

کی تعمیل کا نتیجہ ہے۔

موضوع کتاب

یہ کتاب اسی ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں ہندوؤں کے مذہب، عقائد، جنت، جہنم، علوم و فنون، رسوم، مذہبی کتابوں، تہواروں اور دیگر تمام پہلوؤں پر محققانہ بحث ہے۔

باب اوّل میں کہا گیا ہے کہ ہندو ہم سے کئی باتوں میں الگ ہیں۔ ان کی زبان سنسکرت ہے اور ہماری عربی و فارسی۔ سنسکرت دو قسم کی ہے ۔ اوّل تعلیم یافتہ طبقے کی۔ دوم عوام کی۔ دونوں میں وسعت فصاحت اور تلفظ کے لحاظ سے بہت فرق ہے۔ اس کی بعض آوازیں مثلاً ڈ۔ گ۔ چ عربی میں موجود نہیں ہیں

۲ - یہ دیگر مذاہب کے پیروؤں کو پلید و ناپاک سمجھتے ہیں۔ انہیں ملیچھ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور اُن سے ہاتھ تک نہیں ملاتے۔ یہ مسلمانوں کا نام لے کر اپنے بچّوں کو ڈراتے ہیں۔

۳ - اُن کے ہاں مذہب بدلنا ممنوع ہے اور وہ کسی غیر ہندو کو ہندو دھرم قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

۴ - یہ ایک بر خود غلط قوم ہے۔ یہ اپنے مذہب، اپنے بادشاہوں اور اپنے علوم و فنون کو لاجواب سمجھتے ہیں۔ یہ تا بحدِ حماقت متکبّر اور تنگ نظر ہیں۔ علم کو پھیلانے میں بخیل واقع ہوئے ہیں اور یہ تسلیم کرنے کو کبھی آمادہ نہیں ہوتے کہ دُنیا میں کہیں اور بھی کوئی عالم موجود ہے۔ میرے تبحّرِ علمی کے متعلق وہ عموماً یہی کہتے تھے ،۔ کہ

"یہ علم کا سمندر ہے لیکن اس کا پانی سر کے سے زیادہ کڑوا ہے۔" (ص ۲۸)

۵ - ان کے علوم رطب و یابس سے پُر ہیں۔ یہ نقّاد کم اور نقّال زیادہ ہیں۔

دوسرا باب

اس میں خدا کی ذات و صفات پر بحث ہے۔ ہندو خدا کو ایک غیر فانی، ازلی و ابدی، حیّ و قیوم، مالک الملک، بے نیاز اور حاکم علی الاطلاق سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں پاتن جلی سے استاد و شاگرد کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ نیز گیتا، سَمخیا اور دیگر کتابوں کے اقتباسات دیئے ہیں۔

تیسرا باب

اس میں علّتِ اُولیٰ، رُوح، فطرت، حواس، ارادہ، مادہ، عناصر اور چند دیگر مسائل پر بحث ہے۔
یونانی اور ہندی فلسفیوں کی آرا ہیں تخلیق کے متعلق کہا ہے کہ وِشنو (خدا) نے اپنے آپ کو زمین کی شکل دی۔ تاکہ یہ جانداروں کا گھر بنے۔ اپنے آپ کو پانی، ہوا اور آگ کی صورت میں تبدیل کیا۔ تاکہ ہر چیز نشو ونما پائے۔ پھر انسان کو علم و حافظے سے نوازا۔ نیز تین چیزیں پیدا کیں۔ اوّل نیکی و دانش۔ دوم محنت۔ سوم جہالت و کاہلی۔ پہلی کو فرشتوں۔ دوسری کو انسانوں اور تیسری کو حیوانوں کی طرف منسوب کر دیا۔ ہندوؤں کے ہاں عناصر کی تعداد پانچ ہے۔ آگ، پانی، ہوا، خاک اور آسمان۔ چونکہ بارش اور روشنی آسمان سے آتی ہے اس لئے آب و ہوا کی طرح نشو و نما میں آسمان بھی شریک ہے۔ آگ کی تین قسمیں ہیں۔ عام آگ جسے ہم چولہوں میں جلاتے ہیں۔ سورج کی آگ اور بجلی کی آگ۔ ان عناصر کو پانچ مائیں بھی کہتے ہیں۔

چوتھا باب

رُوح اپنی طاقتوں اور صلاحیتوں کے اظہار کے لئے مادہ کی محتاج ہے اس لئے وہ مادہ سے ملنے کے لئے بے تاب رہتی ہے۔ تاکہ وہ تمام وسائل سے مسلّح ہو کر اسرارِ ہستی کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ اعمال کی ذمہ داری مادے پر عائد ہوتی ہے اور رُوح اُس مسافر کی طرح ہے جو چلتے چلتے رہزنوں کے ایک گروہ سے آملا۔ اُس نے اُن کے ہمراہ کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا، کہ پولیس آگئی اور اس مسافر کو بھی راہزن سمجھ کر ساتھ لے گئی۔ رُوح نے لاکھ کہا کہ مَیں بے گناہ ہوں لیکن پولیس یہی کہتی رہی کہ تو چور (جسم) کے ساتھ تھی اور اس لئے برابر کی مجرم ہے۔

بادل سے برسنے والا پانی ایک ہی ہوتا ہے لیکن اگر اُسے چار مختلف برتنوں میں رکھا جائے ایک سونے کا ہو۔ دوسرا شیشے کا۔ تیسرا مٹی کا۔ چوتھا نمک کا۔ تو تھوڑی ہی دیر بعد پانی کا رنگ اور ذائقہ بدلنے لگے گا۔ انسان علم، عبادت، نیکی یا بدکاری سے اپنے آپ کو سنہرا، روپہلا یا غلیظ بنا سکتا ہے اور اس تبدیلی سے رُوح بھی متاثر ہوتی ہے۔

پانچواں باب

اس میں تناسخ پر بحث ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ رُوح مسلسل سفر میں رہتی ہے اور اُس کی آخری منزل خلا سے اتحاد ہے۔ اس منزل پہ مادہ غائب ہو جاتا ہے۔ رُوح میں کچھ اور جاننے

کی خواہش باقی نہیں رہتی تُوروح مادے سے آزاد ہو جاتی ہے اور علم و عمل کی پاکیزگیوں کے ساتھ دانشِ اعلےٰ کا جزو بن جاتی ہے۔ تائید میں گیتا، پاتن جلی، افلاطون اور پراکلس کو پیش کیا ہے۔ مانی[1] بھی تناسخ کا قائل تھا۔

چھٹا باب

اس میں جنّت و جہنم پر بحث ہے۔ وشنو پوران میں درج ہے کہ اگلی دُنیا میں اٹھاسی ہزار جہنم ہوں گے۔ ان میں بعض کے نام یہ ہیں:-

۱- راؤراوا - جھوٹے گواہوں اور مقدمہ بازوں کے لئے۔

۲- رادھا - خونیوں کے لئے۔

۳- تپ تھکمبۂ - برہمن کے قاتل، قاتل کے ساتھیوں، غافل بادشاہوں، اپنے اُستاد کی بیوی، اور اپنی ساس سے بدکاری کرنے والوں کے لئے۔

۴- مہاجوالہ - فاحشہ بیوی کی بے حیائی کو نظر انداز کرنے والے، اپنی بہن یا بہو سے بدکاری کرنے والے اور اولاد کو بیچنے والے کے لئے۔

۵- سوالا - گستاخ شاگرد، حیوانوں سے بدکاری کرنے والے اور ویدوں کی بے حرمتی کرنے والے کے لئے۔

اس باب میں چند اور جہنموں کے نام بھی دیئے ہوئے ہیں۔ مثلاً کِرمسا، لالا بھکشا، ادھومُوخا رُدھیرا وغیرہ ان کی تفصیل پڑھ کر ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندو مکر و فریب، والدین سے نفرت، پرندے پکڑنے اور لڑانے، راہ میں گڑھے کھودنے، چوری کرنے اور درخت کاٹنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں وشنو پوران اور دیگر مذہبی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ نیز چند مُسلم علماء کے اقوال

---

[1] مانی ایک شہزادہ تھا۔ پارتھیا کے آخری بادشاہ اردوان (۲۲۶ء) کا فرزند جس نے بڑے ہو کر ایک نئے مذہب کی بنا ڈال دی تھی۔ اس کی ولادت ۲۱۶-۲۱۵ء میں ہوئی تھی۔ اُس نے ہند، تبت، اور چین کا بھی سفر کیا تھا۔ اس نے زرتشتیوں کے مذہب کو معقول بنانے کی کوشش کی تھی۔ اسے ہرمز اوّل (ساسانی ۲۹۸-۳۰۷ء) نے قتل کر دیا تھا۔ (تاریخِ ایرانِ قدیم۔ باب ۳۶)

بھی نقل کئے ہیں۔

ساتواں باب

اس میں راہِ نجات پر بحث کی ہے۔ اور کہا ہے کہ نجات کی ایک سبیل حصولِ علم ہے۔ ایسا علم جس سے رُوح کو اپنی صلاحیتوں کا علم ہو جائے اور لازوال ہونے کا نسخہ مل جائے۔ انسان میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ (ا) وہ اپنے بدن کو اتنا لاغر بنالے کہ وہ نظر ہی نہ آئے۔

(ب) اتنا ہلکا کرے کہ کانٹوں پر چلنے سے تکلیف نہ ہو۔

(ج) اتنی طاقت پیدا کرے کہ اس کی ہر خواہش پوری ہو جائے۔

(د) اس کے سامنے غیب، غیب نہ رہے۔

(ہ) اور ہر مسافت کو آناً فاناً طے کر جائے۔ اس سلسلے میں گیتا۔ پاتن جلی۔ اور بعض یونانی فلسفیوں کے اقوال پیش کئے ہیں۔

ہندو مت کے نو بنیادی احکام (COMMANDMENTS) یہ ہیں:۔

(۱) قتل نہ کرو (۲) جھوٹ مت بولو (۳) چوری سے بچو۔
(۴) فحش کاری نہ کرو (۵) دولت جمع نہ کرو (۶) اقوال و اعمال میں پاکیزگی اختیار کرو
(۷) روزے رکھو (۸) عبادت کرو (۹) دماغ میں ہر وقت اللہ کا تصوّر رکھو۔

آٹھواں باب

انواعِ مخلوقات (یعنی انسان، حیوان، فرشتے، جن، درندے وغیرہ) پر ہے۔

نواں باب

انسانی درجات پر ہے۔ یہ بادشاہوں کو صفِ اوّل میں شمار کرتے ہیں۔ پھر مذہبی رہنماؤں، پھر اہلِ علم اور آخر میں صناعوں کا مقام آتا ہے۔

دسواں باب

اس میں ہندوؤں کے مذہب اور قانون کے مآخذ پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خود خدا، رشیوں کی صورت اختیار کرتا اور قانون دیتا ہے۔

گیارھویں باب میں بُت پرستی کے آغاز پر روشنی ڈالی ہے۔

بارھویں باب میں ویدوں اور پرانوں کا ذکر کیا ہے۔ کچھ ابواب ان کے علوم پر روشنی ڈالتے ہیں۔

چودھویں باب میں ہیئت اور جوتش۔

پندرھویں باب میں پیمانوں۔

سولھویں باب میں حساب۔

چھبیسویں باب میں آسمان و زمین کی ہیئت۔

بتیسویں باب میں دُنیا کی پیدائش اور تباہی۔

انسٹھویں باب میں کسوف و خسوف کا ذکر ہے۔

ان تفاصیل سے قارئین کو کچھ نہ کچھ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ البیرونی کتنا بڑا محقق، دانشمند فیلسوف اور عالم تھا اور اس کی کتاب الہند کتنی اہمیت رکھتی ہے۔